THE BIBLE AS TRUTH

کیوں کہ اگر ہم جسم میں چلتے ہیں تو ہم جسم کے طور پر لڑتے بھی ہیں۔ اِس لئے کہ ہماری لڑائی کے ہتھیار جسمانی ہیں۔ بلکہ ہم خدا کی طرف سے قادر ہیں کہ قلعوں کو ڈھا دیں۔ ہم تصوروں کو ڈھا دیتے ہیں۔ بلکہ اِک بھلائی کو جو خدا کی پہچان ہیں۔ اِس لئے کہ ہماری لڑائی کے ہتھیار جسمانی ہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے قادر ہیں تو ہم ہر ایک ذہن کو قید کر کے مسیح کے تابع بنا دیتے ہیں۔ ہم تیار ہیں کہ جب آپ کی فرمانبرداری پوری ہو تو ہم ہر طرح کی فرمانبرداری کا بدلہ لیں۔

نمبر 3۔حق تصنیف 20003 جان ڈبلیو روبنز پوسٹ آفس بکس نمبر 68 یونیکوئی

ٹینسی 37692۔جنوری فروری 1983

ای میل:tjtriniyfound@oal.com

ویب سائٹ:www.trinityfoundation.com

ٹیلی فون:4237430199۔فیکس۔4237432005

بائبل ایک سچائی ہے

(جارڈن ایچ کلارک)

لکھاری کا نوٹ: بائبل ایک سچائی سب سے پہلے بلو تکا سا کرہ اپریل 1957 ء میں شائع ہوئی جبکہ دوبارہ خدا کا ہتھوڑا شائع ہوتی۔ بائبل اور اس کی تنقید 1995 ء میں۔ بائبل اور اس کا نظام سچائی آج بھی حملے کی زد میں ہے۔ یہاں تک کے علم الٰہیات کے ساتھ بھی۔ چرچ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی طاقت کو واپس لانے۔ بائبل کے لیے خدا کا کلمہ ہے۔

شطرنج کی کھیل میں بے چین صورتحال میں بھی اپنی توجہ ایک کھلاڑی مختلف موقعوں کا امتحان جیتتا کہ وہ آگے بڑھ سکتا ہے کرتا ہے۔ یا آخر کار وہ ایک شاندار مطابقت دیکھتا ہے اور پانچ حرکتوں میں ایک پان جیت جاتا ہے۔ صرف یہ دریافت کرنے میں کہ وہ اپنی ملکہ کھوہ بیٹھے گا۔ اسی طرح جب علم الٰہیات کی کھوج کی پیروی کی جاتی ہے ایک معینہ وقت پر ایک بہت زیادہ وضاحت میں تو اس کی جانچ کرنا ممکن ہے۔ موجودہ وصی کے نعرے میں یہ میری رائے ہے کہ ہمیں بڑی ضروری چیزیں کہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ پرچہ اس لیے سادہ تھند کی

حفاظت کرتا ہے کہ بائبل سچائی ہے۔

اور کسی جسم کا گرنا بتیس فٹ سے سکینڈ پر سکینڈ چال بڑھاتے ہیں۔ جہاں تک سچائی کے مطلب کا تعلق ہے۔ بیان کہ مسیح ہمارے گناہوں کے لیے مرا یہ ایک عام سچائی جو وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یہ مثالیں ہیں اور درحقیقت سچائی کی تعریفوں کو مترر کرتے ہیں۔ لیکن یہ مثالیں آسمان پر اوپر اُٹھائے جانے کی سچائی مسئلے کی خصوصیات ہے۔ ادبی ادائیگی میں کسی چیز کو سچ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ سوائے بیان اور پراڈکٹ کی خصوصیت کے۔ غیر یقینی استعمال اور بولنے کی آزادی ایک سچا شریف انسان اور سچا سکالر ہوتا ہے۔ گفتگو ہوتی ہے کہ سچا چرچ کیا ہے۔ لیکن ان کا استعمال استراجی اور پرمجازی ہے اب سادہ پیپر پر تھیسز کہ ادبی لحاظ سے بائبل سچ ہے۔

مکمل سوجھ بوجھ کے بعد مختلف پر مجازی مطلب گرفتار کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن الفاظی تقریر کو شروع کرنا بے وقوفی ہوگا ادبی الفاظ سے یہ تھیسز کہ بائبل ادبی سچائی دراصل سچائی پر مبنی ہے۔ ادب کا ڈھانچہ بائبل پر رونما ہوتا ہے۔ اور یہ ادبی لحاظ سے سچ نہیں ہیں۔ یہ پر مجازی طور پر سچ ہیں۔ لیکن جب سچ کہا جائے۔ تو ادبی طور پر سچائی سمجھ جانی چاہیے۔ لیکن یہ تھیسز دراصل اپنے خاص نظریے کسی بھی تاریخی بائبل کے مضمون نویس سے نہیں نکلے۔ اس پر انیسویں صدی کی ٹھوس تنقید کا بہت بڑا اثر ہے لیکن اس نے لافانی زخم بیسویں صدی میں آرک ری علوجی کی صورت میں پایا ہے ایک نئی قسم بے ایمانی یا خیال کی جو ہمیں طاقت دیتے ہیں کہ ہم بائبل کو قدیم قصے کے طور پر قبول کریں اب انکار کریں فلاسفی سطح پر کہ یہ ایک لفظی وحی خدا کی طرف سے ہوسکتی ہے یا تھی۔ لہذا پیروی نئے مکالمے، یہ صرف متاثرہ وجوہات کی مدد نہیں کرتے لیکن یہ بائبل مقدس کے اصولوں کی نہ صرف مدد کرتے ہیں جس کا ہر آرتھوڈکس یقین رکھتا ہے جو کہ علم الٰہیات کم یا تھوڑے مانتے ہیں پس دھوکا دیتے ہیں یا خراب کرتے ہیں تھیسز کو پس بائبل سچائی ہے کیونکہ ہماری گفتگو فلاسفی لا کر تاریخی (آرک تلوجیکل) لہذا ہمیں کچھ طویل لمبائی، کچھ حدیں اور کچھ فدوگذاشت کو بھی قبول کرنا ہوگا۔

سچائی کے نظریے بدنام اور الجھے ہوئے ہیں۔ اگر ہم بائبل سچائی کو جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں دنیا کے نظریات کو بھلانا ہوگا۔ شروع

کے لیے ہم سے کہہ سکتے ہیں کہ بائبل کی سچائی کا بیان ایک دام بیان کا دعویٰ کرتا ہے ۔ جیسے کہ کولمبس نے امریکہ دریافت کیا ۔ دو اور دو چار بناتے ہیں ۔

یہ سادہ اور بنیادی تھیسز بیان تک شق لحاظ سے فضول ہو گا ایک معاون تھیسز کے بغیر ۔ اگر سچا بیان بائبل کا عام انسانی ذہین سے نہ جانا جائے تو لفظی مکاشفہ بھی بے کار ہے ۔ صفحہ نمبر 2)

اگر خدا سچ بولتا ہے تو بولتا ہے کوئی شخص بھی اس کو نہیں سن سکتا ۔ سچ مکاشفہ نہیں ہے ۔ لیکن دھرا تھیسز اس پر سچ کا دوہرا لیکن خاص ہے ۔ اگر ہم بائبل ایک طرف رکھتے ہیں سوالوں اور احکامات سے ۔ ان سچے بیانات پر مبنی ہے جس کو انسان جانتے ہیں ۔ درحقیقت یہ اتنا خاص بنیادی ہے کہ ہر قدامت پسند علم الٰہیات رکھنے والا اس کے نفی ہے ۔ جی درحقیقت کچھ قدامت پسند واقع طور پر انکار کرتے ہیں ۔ جبکہ کچھ بغیر ارادے سے اس کو جتاتے ہیں ۔ سب سے زیادہ سوچنے والی بات ہے کہ وجہ لفظ بائبل سے نکلا ہے جو کہ انسانی علم امور اس کے سچ کو جھٹلاتا ہے ۔

گناہ کا انسانی معلم پر اثر :

مکمل محرومی کی تعلیم کہ انسانی عادت کا کوئی حصہ بھی گناہ کی تباہی سے بچا نہیں ہے کچھ حوالوں میں یہ واضح کرتی ہے گناہ کے اثرات انسانی علم پر ، مثلاً مقدس پولوس فرماتے ہیں 2-4) یقیناً یقیناً مرتد (مذہب چھوڑنے والے) گرم لوہے سے جھلسا دیئے گئے ہیں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے بزدلانا کام کیے بلکہ اُن کی سوچ بزدل تھی ۔ اُن کی طاقت برائی اور اچھائی کی تمیز میں کمزور تھی ۔ پس انہوں نے شیطان کی کمزور اور گمراہ کرنے والی روح کی پیروی کی ۔ اس لیے گناہ نے اُن کے ارادے پر اثر کیا ۔ اور گناہ نے اُن کے ذہانت پر بھی اثر کیا ۔ اگر چہ پال اپنے ذہن میں خاص قسم کے لوگ رکھتا ہے جو کہ دوسروں سے بہت بزدل تھے ۔ تاہم انسانی فطرت اور گناہ کی فطرت ایک حد تک یہ تمام انسانی ذہینوں کا اختتام ہے جو کہ بہت کمزور ہیں ۔ دوبارہ رومن 28 :21-1 ہم سے مخاطب ہیں فرماتے ہیں کہ اے سامری جو

اپنی سوچ اور دل میں گمراہ ہیں۔ جب وہ لمبے عرصے کے لیے خدا کو اپنے علم میں حاصل نہیں کرنا چاہتے جبکہ خدا نے اُن کو لفنگا ذہن عطا فرمایا ہے۔

افسیوں 17-4) اس لیے میں یہ کہتا ہوں اور خداوند کے حضور منت کرتا ہوں کہ تم آگے کو ایسی چال نہ چلو جیسی غیر قومیں اپنی باطل عقل کے موافق چلتی ہیں۔

رومیوں 18-10-3 جیسے کہ لکھا ہے۔ کوئی راستباز نہیں، ایک بھی نہیں، کوئی سمجھدار یا خدا کا طالب ہیں۔ وہ سب گمراہ ہیں۔ وہ سب کے سب بگڑ گئے ہیں۔

کوئی نہیں نیکی کرے ایک بھی نہیں اُن کا گلا کھلی قبر ہے۔ وہ اپنی زبان سے خوشامد کرتے ہیں۔ اُن کے ہونٹ کے نیچے افعی کا زہر ہے اُن کا فہد لعنت اور تلخی سے بھرا ہے۔ اُن کے قدم خون بہانے کے لیے دوڑتے ہیں اُن کی راہوں میں تباہی اور ہلاکت ہے اور انہوں نے سلامتی کی راہ نہیں پہچانی اُن کی نگاہ میں خدا کا کچھ خوف نہیں یہ گناہ کے اثرات ناپید آدمی کو جو بائبل نہیں جانتا مدد کرتا ہے۔ آسمان سے اوپر کوئی بھی نہیں اس کو سمجھ نہیں سکا۔ اس کی پیروی ہم دیکھتے ہیں جب کلام خدا کو پڑھتے ہیں۔ کہ داؤد پتھر اُٹھاؤ اور فلسطین کے ماتھے پر لگاؤ ایک بے ایمان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ پہلے نمائندے کا نظریہ ہے جو کہ یہاں گفتگو میں شامل کرنا چاہیے جو کہ درمیانی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے کہ ویسٹ منسٹر تھیالوجی سیمنری فلیڈ یافیا ہینسو یلیا اور کولورس وین اور اس کے کچھ رشتہ داروں نے ایک دستاویز پر دستخط کیا۔

جو کہ بشارتی صلاحیت کو جھٹلاتے تھے۔ کچھ پروفیسر شکایت کرتے ہیں کہ انسان کے علم سے ناپید انسان کے علم مقداری فرق پایا جاتا ہے۔ یہ بیان دراصل بے ایمان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کہ کم یقین رکھتے ہیں کہ داؤد نے فلسطین پر ضرب لگائی ہے۔ لیکن یہ مکمل فقداری علم آسمانی سے انسانی پر نازل نہیں ہوا۔

ایک دوسرے پرچے میں وین ٹیلر فرماتے ہیں کہ غیر واضح تخلیق ان الفاظوں میں سمجھ نہیں آتی.

AIR KUSCKKE JO AND BRADTORD A REPLY TO MR. HAMLTION ,4

ان کے مطابق یہ غیر واضح طور پر کہتے ہیں کہ جب نئی زندگی معرض وجود میں آتی ہے تو اس کی سمجھ ایک پہلے سے پیدا ہوتے آدمی کی طرح ہوتی ہے ۔ اگر چہ صرف جار کا ہم انکار کرتے ہیں ۔ جن کے نظریات میں واضح طور پر مطابقت پائی جاتی ہے ۔ ایک ناپیدائید انسان ایک پیدا ہوتے انسان کی طرح الفاظوں کے معنوں کو سمجھ نہیں سکتے ۔ یہ شریعت انسان دوسرے کرنیوں سے التجا کرتے ہیں ۔

4-3:6 میں کیا لکھا ہے کہ انجیل چھپی ہوئی ہے ان کے لیے ۔میتھو 27-3:3:13 جب بہت سے گروہ تمثیل سُنتے ہیں پر سمجھتے نہیں ہیں ۔

بائبل کے یہ دونوں حوالے ثابت کرتے ہیں کہ مسیحی سمجھ کبھی بھی تخلیقی آدمی سے برابر نہیں ہو سکی ۔ مکمل یورپ کے طور پر اگر یہ انجیل چھپی ہوئی نقصان سے تو پھر نقصان مکمل طور پر جاہل ہے اس لیے مختلف قسم کے لوگ تمثیل کو سمجھ نہ سکے نہ رسول کہ یسوع پڑھے لکھے تھے یا نہیں ۔ ہمیں روح القدس ہمارے نئے ذہنوں کو روشن کرے اور ہمیں زیادہ سچائی جانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ لیکن انجیل ہمیں سکھاتی ہے کہ فلسطینی نے نہیں سمجھا کہ داؤد نے گلاتیوں کو قتل کیا ہے ۔ لکھاری کے لیے یہ بڑے عام نظریات ہیں ۔ اس میں ایک کے بارے میں لکھا گیا ہے ۔ مثلاً ابرہیم کیوپر اپنے انسائیکلوپیڈیا کی مقدس تھیالوجی 111-110) میں بیان کرتے ہیں کہ ہم آٹھ اشاروں سے غلطیوں میں گناہ سے مرتب ہوتے ہیں ۔

سمجھداری کا اندھیرے اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ہم اپنی سوچنے کی سمجھ کو منطقی طور پر کھو دیں بلکہ جہاں تک زندگی کے قانون کا تعلق ہے منطق گناہ کی وجہ سے بکھرتا ہے ۔ جب یہ واقع ہوتا ہے ۔ تو گناہ یا پالیدگی بکھرتی ہے ۔ گناہ کمزور سوچ کی طاقت ہے ۔ لیکن بین الاقوامی سوچ ان فسودہ رسومات یہ مناسب سوچ سے قابو پا لیتی ہے ۔ پھر درحقیقت استقلائی گنہگار صلاحیت کا مقابلہ کرتی ہے وین ٹل اور اس کے معاون کے ساتھ انصافی سے بچنے کے لیے یہ بعض اوقات مطابقت کے ذریعے اپنی بات جتاتے ہیں ۔ اپنے پیپر میں پیراگراف کی

صورت میں وہ ایک دوسرے پہ بلہ بولتے ہیں اور وہ حملے شروع کرتے ہیں ۔ہم ان مقابلہ کن جگہوں کو جوڑ تے ہیں ۔ایک تنقید دان کے لیے مادیت پسندی اور نیو اور تھوڈوکسی میں عاجزی لازمی قرار دی گئی ہے ۔لیکن خاص ذہنی گفتگو تخلیقی جسم پر گناہ کا اثر رکھتی ہے ۔کیونکہ یہ بہت ہی لازمی گفتگو ہے ۔نیو اور تھوڈکس کے لیے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے ۔کہ نئی نسل کو سچائی کا علم نہیں ہے ۔

انسان کی مکتوب علم کی حدیں:

نئی نسل کے انسان اور نہ پیدا ہونے والے میں بہت سی حدیں پائی جاتی ہیں ۔کیونکہ انسان تخلیق ہوتا ہے اس لیے یہ گناہ بھی وارے میں پاتا ہے ۔جبکہ یہ قیامت والے دن میں بھی گناہ ہم سے مٹائے نہ جائیں گے کیونکہ ان کے حوالے بائبل میں موجود ہیں ۔یہ تمام حدیں انسان کی الہامی اور روحانی حدوں کو براہ راست برداشت کرتیں ہیں ۔یہ اتنی بڑی ہوتیں ہیں انسان خدا کے بارے میں نہیں جان سکتا ۔پہلے کچھ بائبل کے حوالے سے تقریروں میں سُنے جاتے تھے ۔کیا تم خدا کی پوشیدہ چیزوں کی تلاش کر سکتے ہو کیا تم خدا کی حدوں کو تلاش کر سکتے ہو ۔ایوب 7-11) پس خدا بہت عظیم ہے ہم نہیں جانتے نہ ہی ہم اُس کے سالوں کی گنتی کر سکتے ہیں ۔ایوب 26-36) اس کا علم میرے لیے حیران کن ہے یہ اتنا اونچا ہے کہ میں اس کو چھو نہیں سکتا ۔

زبور 6-139 میرے خیالات تمہارے خیالات نہیں ہیں اور نہ تمہارے راستے میرے راستے (اشعیا 9:8-55)

واہ! خدا کی دولت اور حکمت اور علم کس قدر عمیق ہیں ۔اُس کی قضائیں کیا ہی بعید الادراک اور اُس کی راہیں کیا ہی بے نشان ہیں ۔کس نے خدا کی عقل کو جانا ہے یا کون اس کا تیر ہوا ہے ۔اکرنتھیوں 2) کس نے خدا کی چیزوں کو جانا ہے سوائے خدا کی روح نے ۔

یہ آیات نمونے ہیں اور بہت سی آیات کو ہم آسانی سے جانتے ہیں ۔بعض کہتی ہیں کہ خدا کو جاننا بہت مشکل ہے ۔ہم اس کو نہیں جاننے اس لیے اس کو تلاش نہیں کیا جا سکتا ۔میں اس قسم کا علم کا حامل نہیں کر سکتا خدا کے خیال ہمارے خیال نہیں ہیں کوئی بھی خدا کے ذہن کو نہیں جانتا اور نہ ہی خدا کی چیزوں کو جانتا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ مکمل طور پر جاہل ہے اور کوئی مسئلہ نہیں کہ وہ کس طرح خدا کے علم کو حاصل

کرتا ہے وہ کبھی بھی خدا کے چمکتے خیالوں کو مائل نہیں کر سکتا۔ (نہ ہی ہم خدا کو جان سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تلاش کر سکتے ہیں ۔خدا کے خیالات ہمارے خیالات نہیں اور نہ ہی ہم اُس کے ذہن کو جان سکتے ہیں ایک بہت یقینی بات ہے کہ جو کچھ انسانی آنکھ نے نہیں دیکھا اوروں نے تابو نہیں کیا وہ صرف روح کی مدد سے ہم پر ظاہر ہوا ہے ۔ہم اُن چیزوں کو جو آزاد طریقے سے ہم تک آئی ہیں جانتے ہیں ۔ یہ ہمارے لیے حیران کن نہیں ہے کہ اگر بائبل کی جگہ پریشان ہو جاتے ہیں لیکن ہم کئی علم الہیایات والوں کے ساتھ متفق ہو جاتے ہیں لیکن کچھ انجیلی حوالوں سے انکار کیا گیا ہے

انسانی علم کا خدا کے ساتھ تعلق:

اوپر پروفیسر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خدا اور انسان کے علم میں خصوصیائی فرق پایا جاتا ہے ۔کہ خدا کے علم اور انسانی علم جو کہ انکار کرتا ہے ۔خدا ہر جگہ موجود ہے اور اس کا علم حاصل نہیں کیا جا سکتا عام الفاظ میں خدا وجدانی جبکہ انسانی خطاطی ہے ۔کچھ تضاد کی فہرست کو بڑھانا چاہتے ۔لیکن اگر خدا اور انسان جانتے ہیں لیکن کسی نقطے پر ان میں ایک جیسا پن بھی پایا جاتا ہے ۔لیکن لفظ علم کسی بھی صورت میں موزوں نہیں ہے علم میں ایک جیسا فرق پایا جاتا ہے لیکن لفظ علم کسی بھی صورت میں موزوں نہیں ہے ۔اس لیے بہت اہم بیانات کی ضرورت ہے ۔نظریہ جس پر بحث کی جارہی ہے کہتا ہے کہ ہمارا اور خدا کا علم خوشی سے جوڑ سکتا ہے لکھاری ایک اور جگہ بات دہراتا ہے کہ بیان ہمیشہ خدا کے لیے ایک جیسا مطلب رکھتا ہے ۔7:3 یہ بیان غیر واضح نہیں ہے ۔آخری فہرست والا یہ واضح کرتا ہے کہ خدا کا علم وجدانی نہیں ہے ۔

مثال کے طور پر بیان کا مطلب ہے جب داؤد نے گلتوں کو مار ڈالا ۔دومرتبہ بیان کا کہ خدا اور انسان کے لیے ایک ہی ہیں اس کا انکار کیا گیا ۔اور بقیہ غلطی کے کہ انسانی علم اور خدائی علم ایک مقام پر ملتے ہیں یہاں پر یہ بات دہرائی جائے گی کہ اچانک ملنا ایک اکیلا مقام ہے ۔خدا اور انسان کے لیے اصطلاحی علم فضول ہے ۔

رسپنوزہ مسیحیت کے مکالے کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصطلاحی علم ذہانت خدا اور انسان میں ایک ہی ہے جیسے جانور کتا

چار ٹانگوں والے جانور جو آسمان کی طرف منہ کر کے بولنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے اس صورت میں اگر علم کو واضح کیا جائے اگر خدا جانتا ہے تو انسان نہیں جانتا اگر انسان جانتا ہے تو خدا نہیں اس لیے خدا اور انسان ایک جیسا علم نہیں رکھتے ۔ ان پانچوں پروفیسروں کے دستخطوں کے بعد کئی نے اس کو شائع کیا اور کہا کہ خدا انسان کے پاس خدا جیسا علم نہیں ہے۔

صفحہ نمبر 5)

جب انسان کہتا ہے خدا ابدی ہے لیکن اس کے ذہن میں ابدی خیال کیسے آیا یہ خدا کے خیال میں متصادم ہے ۔(ایک کمیٹی شکایات والی) خدا جو عقل سے باہر ہے اس تشریحی بیان میں زور دیا گیا کہ ایک جیسا خیال انسانی اور خدا کے ذہن میں ابھر سکتا ہے ۔ یہاں پر کہ خدا کے علم اور ہمارے علم میں متصادم پایا جاتا ہے ۔

لیکن یہ پچھلی حالتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ عمل کرتے ہیں ۔جیسں ایک انسان کہتا ہے کہ خدا ابدی ہے ۔ اُس کے ذہن میں یہ نہیں ہوتا ہے خدا کا مطلب کہ خدا ابدیت رکھتا ہے ۔ ابدیت کا نظریہ مثال ہے تمام نظریات کے لیے عام سوچ بچار کے لیے جیسے فاعل، مفعول کدا ہے لیکن جیسے مفعول انسان کے لیے مطلب نہیں رکھتا۔ اگر خدا کا مطلب واضح نہیں ہے تو خدا کے لیے لاپروائی اُس کے ذہن میں ہوتی ہے۔

اس بین الاقوامی انکاری کسی خاص پروفیسر کے لیے خاص ہو اور تھوڑ کس کے لیے مختلف ہے یہی نتیجہ سینٹ تھامس اکیاوانس میں موجود ہے ۔ یہ وسطی شکار جس کی فلاسفی استفلاتی بندوبیش وصول پاتی ہے ۔ یہاں تک کہ اس موڑ کو دو حوالوں میں بیان کیا گیا ہے ۔ جب انسان سوچتا ہے کہ خدا اچھا اور ابدی اور جلیل القدر ہے ۔ کیونکہ وہ نا صرف جو خدا کے معنی ہے اُس سے مختلف ہے بھی اچھا ابدی اور قادر مطلق ۔ اگر اس کو خدا کے علاوہ بتاتا ہے تو یہ بہت بڑی چیز ہے کیونکہ فانی مخلوق ہوتے ہوئے خدا کے ابدی نقاش کو ہم نہیں پہچان سکتے اور ہم نہیں جان سکتے کہ خدا کا اس سے کیا مطلب ہے جب وہ اپنے وجود کے مطلق بیان کرتا ہے ۔

اورخدا کا اپنے وجود کے متعلق بتانا اور انسان کا اُس کے وجود کے بارے میں سمجھ بوجھ رکھنا کو ایک نقطہ اتفاق نہیں ہے کیونکہ اس کا اسکالسٹک (قرون وسطی) کے فلسفہ دان اور موجود دور کے سکالسٹک نے کوشش کی ہے کہ اس جملے میں شک کو نیا بھیس دے کر جملے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ لیکن یہ اصطلاح نہ تو یک معنی ہے نہ کثیر معنی ہے بلکہ ہ بیان وہی ہے۔ پانچ پروفیسر حضرات نے بھی تصدیق کی ہے کہ انسان کا خدا کے مطلق علم اور جو خدا کے پاس علم ہے اُن کے درمیان مشابہت ہونی چاہیے۔

(متن 3:5) اگر چہ مشابہت کی کوشش میں شک چھپتا نہیں ہے عام حالات میں مشابہت قانونی اور مفید ہوتی ہے۔ کیونکہ دو چیزوں میں سے ایک نقطہ ہم معنی ہوتا ہے۔ ایک عام کشتی کے پیڈل ایک ایندھن والی کشتی کے سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے اس میں تیری بات سمندری بڑی کشتی کے سے بھی تشبیہ دی جاسکتی ہے کیونکہ ان تینوں مثالوں میں چپو والی کشتی، چپو والا پہیہ اور گھومنے والی سمندری کشتی میں اک ہی چیز پانی کی لہروں پر کشتی کو پانی کی لہروں کو دھکیلنے میں استعمال ہوتی ہے اور اگر ہم کسی پرانے یا قدیم کشتی رکھنے والے کہ سمندر میں بھی جدید چپوں سے چلنے والی کشتی ہے تو وہ اس بھی کچھ نیا سیکھے گا۔

اب اُسکا علم اور ایک کشتی کے انجینر کا علم برابر نہیں لیکن وہ مکمل طور پر جاہل نہیں ہے اُس کی سمندری کشتی کے متعلق کچھ اندازہ ہے جو ٹھیک ہے اور انجینر اور پرانے زمانے کے روایتی کشتی رکھنے والے اور انجینر نگ میں تھوڑا سا علم برابر ہے اور اسی طرح خدا اور انسان کی مثال ہے کہ اس تھوڑے سے جان لینے کو ہم علم نہیں کہتے اگر خدا کے پاس سچائی ہے اور انسان کے پاس مشابہت ہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے پاس سچائی نہیں۔ سچ کی شبابت رکھنا سچائی نہیں ہے کیونکہ انسان کے علم کو سچ کی مشابہت نہیں کہتے بلکہ شبہ سچ کہتے ہیں۔ اور مثلاً سچ جو گویا اس نقطہ اتفاق ضرور ہوتا ہے مگر یہ سچ نہیں ہے اور خاص طور پر انسانی دماغ اس طرح شبہ رکھنے والی سچائیوں تک محدود ہوتا تو یہ کبھی بھی ابدی سچائی کو نہ جانتا کہ یہ تو صرف ایک معنی رکھنے والا سچ ہے اور اگر یہ حقیقت میں ایسا ہوتا تو اُس کے پاس صرف تشبیہ ہوتی کہ اُسکا علم شبہات ہے۔

اور یہ نظریہ جو خواہ تھامس اکیاوانس کے بارے ہو۔ ایمل برونز یا پھر کوئی عہد بندی والے قدامت پرست بیان کریں۔ یہ غیر آزاد شک ہے اور یہ نا مقابلے والا الٰہی مکاشفے کے بیچ کو جانتا ہے اور یہ بندھا ہوا شک بالکل واضع طور پر عوامی جلسے اور یکم مارچ 1948 میں لکھے گئے کانوینٹ ہاؤس کے ڈریکٹرز کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں دلیل پیش کی گئی تھی سوال و جواب ہوئے اور دوبارہ سے تصدیق کی گئی اُن لکھاریوں سے جو اوپر بیان کیے گئے کہ انسانی دماغ کوئی بھی سچائی قبول کرنے کے اہل نہیں وہ کبھی بھی کوئی سچ وصول نہیں کرتا اور اگر ہم زبانی الہام کے عقیدے کو بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سچ کو مکمل طور پر توڑنا ہوگا۔

سچ بطور بیان:

زبانی الہام جس کا مطلب ہے کہ سچائی کا تبادلہ معلومات کا تبادلہ اور جملوں کا تبادلہ ایک اور موضوع ہمارے سامنے لاتی ہے کہ بائبل مقدس الفاظ اور جملوں سے بنی ہے۔ اس کے بیانیہ جملے منطقی سوچ کے مطابق بیانیہ جملے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ علم جو غیر قوم کے افراد اصلی الہام کے متعلق رکھتے ہیں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے (جو ایسے سرگرمیاں کرتے ہیں اُن کی سزا موت ہے) اور جو شریعت کا کام غیر قوموں کے دلوں پہ لکھی ہوئی ہے اس کے نتیجے میں بیانے خیالات اور الزامات وغیرہ کے ذریعے بیان کیئے جا سکتے ہیں۔ بائبل مقدس کسی بھی جگہ میں نہیں بتاتی کہ کوئی بھی نہ بیان کرن والا سچ ہے اور یقین کرن کے لیے کچھ ایسے سچ ہیں جو خدا نے انسان پر ظاہر نہیں کیے۔ کیونکہ عالم غیب کی چیزیں خدا کے پاس ہیں۔ لیکن ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ خدا ہمارے جملے کی شرکیات مثلاً فاعل، منطقی اصطلاحات اور قوسہ وغیرہ جو ان غیب کی چیزوں کے بارے میں استعمال ہوتا ہے ناواقف ہے۔

ایک بار پھر ہمیں یک معنی مسلہ پیش آتا ہے۔ اگر سچائی جو ہے منطقی اور گرامر کی صورت میں ہے نا قابل بیان ہے تو لفظ سچ کا عام معنی اس سے زیادہ نہیں ہوگا۔ جو ایک عظیم کتے کا فیڈو سے زیادہ ہوگا یہ پھر ایک اور حالت ہوگی کہ غیر کسی نقطہ اتفاق کے دو معنی ہونگے پانچ

پروفیسر دوسرے ہاتھ پہ یہ تصدیق کرتے ہیں کہ ہم آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتے کہ خدا کا علم اپنی ہیت میں بیانیہ ہے اور اُنکے ایک طالب علم کے مکالے میں لکھا ہے۔کہ یہ بڑا شاندار فرضیہ ہے جو بغیر بائبل کی تصدیق سے اس نئے خطرناک نتیجوں سے خدا کے عقیدے کے متعلق بھرا ہوا ہے۔یعنی یہ کہتا ہے کہ خدا کے ذہن میں جتنا بھی سچ ہے وہ سادہ الفاظ میں بیان ہوسکتا ہے۔اور میرے لیے یہ فریضہ بائبل مقدس کی تصدیق کے بغیر کہ خدا جو سچ جانتا ہے اُسے بیان نہیں کرسکتا اور اُس کا علم جو منطقی درجے کے مطابق تین ناقابلِ تنازعہ شہادتوں میں پیش کیا جا سکتا ہے۔اول جو معلومات اُس نے ظاہر کی ہے وہ گرامر بیانیہ اور منطقی ہے۔دوم پرانے عہدنامے میں خدا کی حکمت کی بات کی گئی ہے اور نیا عہدنامے میں اُس میں یسوع کو بطور کلمہ پیش کیا گیا ہے جس میں سارا حق اور سچ چھپا ہے اور سوئم کہ ہم خدا کی شبیہہ پر بنانے لگتے ہیں۔ یسوع ہمارا نور ہے جو سب کو روشن کرتا ہے یقیناً ان باتوں کو سچ جاننا یا ان کی سچائی کو جاننے کا وزن اُن کے کندھوں پر پڑتا ہے جو اس سچائی کے بیانیہ انداز کی نفی کرتے ہیں۔اُن کا بوجھ دو طرح کا ہے۔نا صرف یہ کہو اس طرح کے سچ کی گواہی دیں لیکن سب سے پہلے اُنہیں واضح ہونا چاہتے کہ اُن کے الفاظ کا مطلب کیا ہے؟ اور اس سے ایسا ہوسکتا ہے کہ غیر بیانیہ سچ جو ہے اس محاورے کا کوئی سچ نہیں ہے۔ مجھے اس سے جو سمجھ لگتی ہے کہ سچائی کی ہیت کے متعلق جو کشمکش پھیلی ہوئی ہے وہ مندرجہ بالا گروپ کو تنقید کرنے سے بھی زیادہ ہے۔

EWARD. J. CORNAL کے خیالات اُن سے بالکل نہیں ملتے لیکن اس معاملے میں وہ بھی اُن کے ساتھ کھڑا نظر آتا ہے (مسیحی مذہب کا فلسفہ)(453-450) میں ایک دلیل پر غور کریں۔وہ سچ کو دو جنسوں میں تقسیم کرتا ہے اول مکمل سچ جو خود ایک سچائی ہے اور دوسرے نمبر پر مرحلہ وار قائم رہنا یا بیانیہ خط وخطابت (روایت) اور یہ غیر اتفاقیہ نہیں ہوگا۔کہ ہم اس دلیل پر یعنی سچائی کے نظریے پر غور کریں ۔یہ کہنا کافی ہوگا کہ اگر انسانی ذہن کچھ ایسا علم رکھتا ہے جو حقیقت کے متعلق ہے لیکن حقیقت نہیں ہے اور اگر وہ حقیقت کے متعلق جانتا ہے تو پھر اُسے دوسری سچائی کی ضرورت نہیں۔ جو اُس حقیقت سے متعلق ہو۔نظریاتی مطابقت المختصر مشابہت کے تمام نقائص کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

کارنل سچ کی پہلی جنس کے متعلق بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ باغیچے میں لگے ہوئے درخت سب مسیح ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہیں لیکن اس میں کوئی بندہ بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ درخت سچ ہے۔ یہ کہنا کہ درخت درخت ہے سچائی کو نہیں بلکہ املاء پر زور دیتا ہے اور یہ کہنا کہ درخت جو ہیں وہ غلط ہیں اُسکا سادہ معنی بھی یہی ہوگا کہ درخت درخت نہیں ہے اس طرح کی حقیقت میں سچائی جو ہے کوئی بیانیہ جملہ نہیں پاتی اور دونوں سچ کی جنسوں کی شہادت بھی موجود نہیں ہے۔پھر کارنل اخلاقیات کے امتحان میں بیٹھے ہوئے طالب علم کے بارے میں بتاتا ہے کہ طالب علم کو جواب تو سارے آتے ہیں چاہے خود اخلاقی نہ ہوں اور اُس طالب علم کی ماں جو ہے اپنے کے بہت زیادہ سچ کے متعلق جاننا کہ وہ خود سچ بن جاتے نہیں کہتی ، کارنل زور دیتا ہے کہ وہ خود سچ بن جائے اب ظاہر ہے کہ ماں اپنے بچے کو اخلاقی دیکھنا چاہتی ہے لیکن ہم اس جملے سے کیا معنی عطا کر سکتے ہیں۔کہ ماں اپنے بچے کو چاہتی ہے کہ وہ سچ بن جائے؟ میں یہ سوچ لینا چاہیے کہ خیالات صرف اخلاقی زندگی کی ابتداءہیں۔جیسے کارنل کہتا ہے لیکن یہ سچ کا معنی ہوتا ہے وہ سچ نہیں ہوتا اور یہی کہ جو اخلاق سے زیادہ اس کے کیا معنی بیان کیے جاسکتے ہیں۔طالب علم ایک درخت نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ کارنل مجازی زبان استعمال کرلیا ہے تا کہ حقیقی زبان پھر وہ خداوند یسوع مسیح کے الفاظ کہ میں سچ ہوں اب یہ کیسا بالکل بے جا ہوگا اگر ہم یہ نتیجہ نکالیں کہ جب یسوع کہتا ہے کہ میں سچ ہوں اور جب طالب علم کہتا ہے کہ سچ ہے تو یسوع اور طالب علم ایک جیسے ہیں اور اس طرح کی مشابہت سے بچے کے لیے یہ دیکھنا ضروری کہ جو یسوع نے کیا اُسکا کیا مطلب ہے اور جو طالب علم نے کیا اُسکا کیا مطلب ہے جیسا پہلے کیا گیا تھا کہ بائبل مقدس حرف بہ حرف مسیح ہے لیکن یہ بھی کیا گیا ہے ہر جملہ بطور لفظی معنی درست نہیں جیسے یسوع نے کیا کہ میں دروازہ ہوں تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ لکڑی کا بنا ہوا ہو۔یسوع نے کہا کہ یہ میرا بدن ہے۔رومن کیتھولک یہ سوچتے ہیں کہ حرف بہ حرف یسوع نے بات سچ کہی۔پریسٹرین اس کو مجازی مضمون میں لیتے ہیں۔چنانچہ یہ جملہ کہ میں حق یا سچ ہوں اس کے یہ معنی ہونے چاہیے کہ میں سچائی کا ذریعہ ہوں میں خدا کی حکمت اور کلمہ خدا ہوں اور سچائی میرے اختیار سے تام و

دائم ہوتی ہے۔

لیکن یہ بات طالب علم کے متعلق ایسا کہنا یا تو بالکل مجازی ہوگا یا پھر اپنے معنی سے بالکل خالی ہوگا۔کارل وہ بھی کہتا ہے کہ ہماری فانی دماغوں کے نظام کبھی بھی مکمل نہیں ہوئے اور بیانیہ سچ کبھی بھی ڈانواں ڈول دماغ سے نہیں گزر سکتے۔ اور اگر یہ سچ ہے تو یہ اپنی ذات میں سچ نہیں قیاس ہے۔اور اگر یہ سچ ہے تو بائبل مقدس میں لکھے ہوتے جملے جیسے داؤد نے جاتی جولیس کو مارا اور یسوع ہمارے گناہوں کے لیے مرا قیاس اور وہ غلط بھی ہو سکتے ہیں اور یہ کہنا بائبل مقدس کو کہ وہ غلط ہے۔یہ ظاہری طور پر زبانی الہام کا انکار ہے۔نتیجے کے طور پر یہ کہنا چاہیے کہ جتنی بڑی دیانت انسان کے خیالات پر سوار ہو وہ انسان کی بہت ساری سچائیوں میں سے چند بنیادی سچائیوں کو ٹھکرا نہیں سکتی۔مثال کے طور پر یہ علم حساب، علم نجوم یونہی گرامر اور بائبل کی الہیایات کے بہت سارے سچ جو میں نہیں جانتا اور اگر میں نہ بھی جانتا ہوں تو بالخصوص خدا نے مجھے تھوڑی سی سچائی بتائی ہے تو میری کثیر دیانت اُس جھوٹے سچ پر انحصار نہیں کر سکتی ورنہ پھر ہم سب علم شک میں میں پڑ جائیں گے۔ جو صرف دلیل دیتا ہے اور وقت ضائع کرتا ہے اور بیسویں صدی میں تھامس اکوانس نے بالکل کارل بارتھ، ایمل برونل نئے سعی عقیدہ اور موجودیت کے مفکرین جو سک کا ذریعہ ہیں اولاہم کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برونر لکھتا ہے کہ جو خدا ہمیں دینا چاہتا ہے وہ الفاظ کے ذریعے بالکل ٹھیک نہیں ہے لیکن اشاروں کے ذریعے خدا ہمیں دیتا ہے کیونکہ یسوع خدا کا کلمہ ہے اور تمام الفاظ کے استعمری اہمیت ہوتی ہے نہ صرف الفاظ کے زبان بیان بلکہ الفاظ کا تخلیاتی تھیں وہ چیز نہیں ہوتا بلکہ صرف اُس کی شکل زرف اور ذرائع، اس جملے میں مکمل شک جس میں نہ صرف لفظی علامتیں بلکہ تخلیاتی متن بھی اس میں ہے جو خدا ہمیں دینا چاہتا ہے بلکہ یہ تو پاک بھیس میں کچھ اور معنی ہے جو خدا ہمیں بتانا چاہتا ہے یا یہ کہنا چاہیے کہ دو وارہیٹ اپنے فاعل اور جملے کا جو تعلق ای ایس E.S Wahrit سے مختلف ہے۔خدا سوچنے والی چیزیں نہیں ہے وہ انسانی دماغ کے لیے ہو سکتا ہے فکر نہیں ہے۔ سچ بجائے ایک بیانیہ مسئلے کے ایک ذاتی یا شخصی تجربہ ہے خدا جو بھی الفاظ بولے۔

بروزنا صرف انکو اشاروں اور چھوٹے نقاب پر مختصر کرتا ہے کہ خدا کے الفاظ بھی غلط ہو سکتے ہیں خدا اگر چاہے تو انسان کو غلط عقیدے کے ذریعے اپنا کلمہ بیان کرسکتا ہے۔ یہ جہالت کی انتہا ہے اس طرح کے الفاظ کو اضافی اور فضول سمجھنا چاہیے۔ اختتام پر میں کہنا چاہتا ہوں کہ الہام کا نظریہ اطمینان اصلی یا حقیقی علم پر ہونا چاہیے اور علم الحقیقت سے میری مراد ایک ایسا نظریہ سچ ہے جو انسان اپنے دماغ میں رکھتا ہے تا کہ سچ کی مشابت نہ سچ کی نمائندگی یا سچ کی مطابقت نہ سچ کے متعلق کوئی اشارہ اور نہ بغیر معنی کے جملے یعنی زبانی کلامی جو سچ کی ایک قسم یا جنس کے متعلق بلکہ سچ بذات خود خدا نے اپنا کلام اپنے الفاظ میں بولا ہے اور یہ الفاظ تخلیاتی متن کے ساتھ کافی معنی رکھتے ہیں اور تخلیاتی متن حرف بہ حرف درست ہے یہ یک لغوی اصطلاح ہے اور اس میں ایک جیسے نقطہ تعلق کہ خدا اور انسان علم ایک جیسا ہے۔